Vol. 5No.4 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

اسلم کولسری کی غزل: بیان وبدیع کے تناظر میں

ASLAM KOLSARY'S GHAZAL IN THE LIGHT OF BIAN-O-BADIE

غلام رسول

پی ایچ۔ڈی اُردو (سکالر)، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان

Abstract:

Aslam kolsari is new significant and potentially well-known personality for contributing to modern Urdu ghazal. Being a mindful and multidimensional literary figure he has specific fame in poetry. A distinguish diction in poetry is individuality specifically connected with his name. His ghazal contains all attributes of Research and criticism. Communication of an ordinary concept in his poetry is reflection of Aslam kolasri. In this article the author has explored how poetic characteristics distinguished Aslam kolsari.

Key Words: Aslam Koulsari, Poetry, Elam Arooz, Repetition, Extremes, Simile, Metaphor, Music

کلیدی الفاظ: اسلم کولسری، شاعری، علم عروض، تکرار، تضاد، مبالغہ، تشبیہ، استعارہ، موسیقیت

جدید غزل گوئی میں اسلم کولسری ایک نمایاں نام ہے جس کی شاعری ایک معنوی گلدستہ لیے قاری کے ذہن کو معطر کرتی ہے۔ اسلم کولسری جدید غزل کے شاعر ہیں اور فکر وفن کے لحاظ سے دوسرے شعرا سے منفرد ہیں۔ عصر حاضر کی تخلیقی سرگرمیوں کے ماند پڑ جانے کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ شعرا مال تجارت حاصل کرنے کے لیے شاعری کرتے رہے جس کی وجہ سے ان کی تخلیقی کاوشیں پروان نہ چڑھ سکیں۔ اسلم کولسری ایک سچا اور سُچا تخلیق کار ہے جس کی شاعری میں معاشرے کی خوبیاں اور خامیاں در آئی ہیں اور ان کے جداگانہ اسلوب نے شعر گوئی کی چاشنی میں گراں قدر اضافہ کر دیا ہے۔ ڈاکٹر سید شبیہ الحسن اسلم کولسری کے بارے میں لکھتے ہیں:

> اسلم کولسری کا اصل نام محمد اسلم اور قلمی نام اسلم کولسری ہے۔ جو یکم اگست ۱۹۷۶ء کو چک نمبر ۴/۱۶۔ ایل کولسر، تحصیل اوکاڑہ اور موجودہ ضلع ساہیوال میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام چوہدری رحمت علی اور والدہ کا نام عالم بی بی تھا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ ملازمت بھی کرتے رہے۔ نوکری کے ساتھ ساتھ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اردو کی ڈگری بھی حاصل کی۔ محنت کرتے ہوئے آخر کار اردو سائنس بورڈ لاہور میں ڈپٹی ڈائریکٹر تعینات ہوئے۔(۱)

انہوں نے غزل کے علاوہ نظمیں، کالم، خاکے، ناولٹ، اور ڈرامے بھی لکھے۔ اس کے علاوہ آسٹریا کے شعرا کی شاعری کا بہترین ترجمہ بھی کیا۔ لیکن وجہ شہرت ان کی غزل گوئی بنی۔ غزل کے اندر مختلف تجربات کی بدولت ان کی بحریں، ترنم، الفاظ اور عصری حِسّیت قاری کے ذہن میں نقش ہو جاتے ہیں۔ اپنے فن کے بارے خود لکھتے ہیں:

کیا ہے اپنی شعر گری اور کیا ہے اپنا فن
شیشے کے بازار میں کچی مٹی کا برتن(۲)

Vol. 5No.4 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

اسلم کولسری کی غزل خصوصیات کے اعتبار سے اپنے اندر شاعری کے تمام رموز سمیٹے ہوئے ہے۔ ان کے ہاں نئے نئے استعارات، تشبیہات، تلمیحات، مراۃ النظیر، لف و نشر، حسنِ تحلیل، صنعت تکرار، صنعت تضاد، محاوروں کا استعمال، بیان کی سادگی، مبالغہ، چھوٹی بحر، طویل بحر، انوکھے قافیے ردیف، موسیقیت اور ہندی زبان کے الفاظ وافر مقدار میں ملتے ہیں۔ یہ کسی بھی شاعری کی ایسی خوبی ہوتی ہیں جو الفاظوں کی بناوٹ کو خوب صورت و دل نشین بناتی ہیں۔ اسلم کولسری کو علم عروض پر بھی مکمل عبور حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا کوئی بھی شعر بے وزن نہیں ہوتا۔ خواہ یہ بحر طویل ہو یا مختصر ان میں وزن، بحر اور روانی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ۔انہوں نے غزل کو جدید زبان دی ہے۔ اس کے متعلق شہزاد احمد لکھتے ہیں:

"اسلم کولسری نے غزل میں جو زبان استعمال کی ہے اس کا عمومی رجحان دوسروں سے مختلف ہے۔ اس میں لسانی تشکیلات تو شاید موجود نہ ہوں مگر اس کا حوالہ ہے جس کے قریب رہنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ دُور ہوتی ہوئی دنیا کی بجھتی ہوئی تصویر بھی۔"(۳)

اسلم کولسری نے طویل اور مختصر بحور میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ قاری جب ان کی غزلیات کا مطالعہ شروع کرتا ہے تو ایک ایسی جادوئی کیفیت میں جکڑ جاتا ہے کہ جس سے چھٹکارا ممکن نہیں ہوتا۔ طویل بحروں میں اپنے مضمون کو بہت خوبصورتی سے باندھ دیتے ہیں۔ عام طور پر لمبی بحر میں شاعری کرتے ہوئے علم عروض جیسی خوبی کو اپنانا مشکل ہو جاتا ہے لیکن اسلم کولسری بآسانی اس منزل کو عبور کر لیتے ہیں۔ طویل بحر میں ایک گانے کا سا سماں پیدا کر دیتے ہیں۔ چند مثالیں دیکھیں:

سپنوں کے شرمیلے سائے، رات کا نیلا شور، من ساگر کی اور
دور کھڑا مہکے مسکائے، البیلا چِت چور، من ساگر کی اور (۴)

اپنے لہو کے گھونٹ پیے جاتے ہیں من کے پیاسے
تجھ بن بھی اے یار جیے جاتے ہیں من کے پیاسے(۶)

رات گئے جب ویرانے میں سلگائی بانسریا
میری آنکھیں اتنا برسیں ، گھبرائی بانسریا(۷)

کوئی پوچھے، اجڑے گھر میں کون آتا ہے، رات گئے
یونہی من کا اندھا پنچھی گُر لاتا ہے ، رات گئے (۸)

جس طرح طویل بحر میں انہوں نے خوبصورتی سے طبع آزمائی کی ہے اسی طرح مختصر بحر میں بھی بات کہنے کا بخوبی ہنر جانتے ہیں۔ اپنی مکمل بات کو تھوڑے سے لفظوں میں پرو دینا کارگری کا کام ہے۔ ایسا فن یا تو ہمیں ناصر کاظمی کی غزلوں میں ملتا ہے یا اسلم کولسری کی کیف میں تو اکثریت کی غزلیں مختصر بحر میں لکھی گئی ہیں۔ یہ ہر شاعر کے بس کی بات نہیں ہوتی کہ عروض کو اپناتے ہوئے چھوٹی بحر میں کھیلے۔ جدید غزل گوؤں میں اسلم کولسری ہی ایسے نمائندہ غزل گو ہیں جن کی مختصر بحر میں معنوں کا طلسم ہو۔ ملاحظہ کیجیے:

من تنکا ، دکھ سَیل
دکھ مندرجہ ذیل
جس سے پیار کیا
نکلی ایک چڑیل
ہر دم خوف رہا
بات نہ جائے پھیل (۹)

Vol. 5No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

خدائی ہے، خدا ہے
تو دل کیوں ڈوبتا ہے
محبت کی تمنا
تمنا کی سزا ہے
ذرا آہستہ بولو
اندھیرا جاگتا ہے(۱۰)

چھوٹی بحر کی ایسی مثالیں ہمیں ان کی شاعری کے ہر مجموعہ میں ملتی ہیں۔ ان میں چھوٹے چھوٹے واقعات، منظر نگاری، موسیقیت اور ترنم کی لے نظر آتی ہے۔ مندرجہ بالا غزل میں انہوں نے چھوٹی سی بحر میں ہی کیسا عجیب مضمون باندھ دیا ہے کہ مجھے دکھوں نے گھیرا ہوا ہے کہ جس سے پیار کیا وہ ایک چڑیل نکلی جس کی وجہ میرے دل میں ایک خوف رہا ہے۔ یہاں دیکھنے کو محسوس ہو گا کہ شاعر کتنی معصومیت سے غزل کی لے کو لے کر چلتا ہے۔

صنعت تکرار سے بھی اسلم کولسری کی غزلیں بھری ہوئی ہیں۔ تکرار ایک ایسی صنعت ہے جس بنا پر غزل کے رنگ میں ایک نئی لہر پیدا ہو جاتی ہے اور وہ روانی کی صورت میں قاری کے کانوں میں رس گھولتی ہے۔ میر تقی میر بھی تکرار لفظی کے ماہر مانے جاتے تھے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شاعر کے پاس الفاظ کی کمی ہے جس کی وجہ سے مجبوری میں ایسا کیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ شاعر جب شاعری میں مختلف تجربات کرتا ہے تو وہ صنعت تکرار کا سہارا لے کر شعر کی خوب صورتی میں اضافہ کرتا ہے۔ مثالیں دیکھیں:

آس اک سہی سہی ہر نی
ٹہنی ٹہنی گھات ری میّا(۱۱)
اب اس کو بھول جایئے دل کا خیال ہے
مشکل خیال ہے، مگر اچھا خیال ہے(۱۲)
وقت نے کوئی سازش کی ہے
سارا جگ ہے بے کل بے کل(۱۳)
پتا پتا ٹوٹ رہا ہوں
تکتا ہوں خاموش کھڑا ہوں(۱۴)
بوڑھا چاند بھی جھک کر میری پتھر پتھر آنکھوں میں
اس کی صورت، قطرہ قطرہ ٹپکا تا ہے، رات گئے(۱۵)

تکرار لفظی ایک ایسا فن ہے جس سے الفاظ میں زور پیدا ہو جاتا ہے اور شعر کا مفہوم و مقصد واضح ہو جاتا ہے۔ اوپر سہی سہی ہرنی کا لفظ استعمال کر کے اسلم کولسری نے ہرنی کی کیفیت کو واضح کیا ہے۔ اسی طرح میری پتھر پتھر آنکھوں میں اور قطرہ قطرہ ٹپکا تا ہے، شاعری کے اندر خوبصورتی اور حسن پیدا کر دیتے ہیں۔

صنعت تضاد شاعری کا حسن ہوتا ہے جس میں شاعر دو متضاد چیزوں کو شعر میں استعمال کر کے مقابلے کی فضا طاری کر دیتا ہے۔ اس خوبی سے شاعر کے فن کو عروج ملتا ہے۔ اسلم کولسری نے صنعت تضاد کو بھی اشعار میں بخوبی استعمال کیا ہے۔ ان کے ہاں تضاد کی نئی کیفیتیں سامنے آتی ہیں جس میں عمومی شعر کو بھی نمائندگی حاصل ہو جاتی ہے۔ کبھی وہ گرم جواب کے بدلے میں سرد سلوک کرتے ہیں اور کبھی پھول اور پتھر کو آمنے سامنے کر دیتے ہیں، کبھی بدن اور روح کی بات کرتے ہیں اور

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

کبھی بڑھاپے اور جوانی کو موضوع سخن بناتے ہیں ۔ غرض کہ اسلم کولسری نے ہر معاملے میں صنعت تضاد کا استعمال بہت اچھا کیا ہے۔ متضاد چیزوں کو خوبصورت لباس زیب تن کرکے قاری کے سامنے پیش کرتا ہے۔ شاعر کے ہاں ایک تخلیقی فضا ہے جو ہر دم اس کو شاعری کے اندر نت نئے افقار پیش کرنے کی طرف راغب کرتی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

قیامت ہے کہ نعمت
بڑھاپے میں جواں دل (۱۶)

بدن کی راکھ میں کیا ڈھونڈتے ہو
اداسی روح میں اتری ہوئی ہے (۱۷)

من کا پتھر کوٹ
پھر کچھ منہ سے پھوٹ (۱۸)

غیر تو آخر غیر ہیں
اپنوں کی بیزاریاں! (۱۹)

دیکھنا اس کی ریزہ کاری
لوٹ جاتا ہے پاس آکے (۲۰)

موت کے خاردار پنجوں نے
زندگی کا سریر نوچا ہے (۲۱)

مندرجہ بالا اشعار میں اسلم کولسری نے صنعت تضاد کا استعمال کر کے اشعار کی معنویت میں اضافہ کر دیا ہے۔ چھوٹی چھوٹی بحروں میں دھیمی آواز کے ساتھ جب اشعار میں صنعت تضاد کا استعمال کرتے ہیں تو شعر میں زور پیدا ہو جاتا ہے اور یہی شاعر کا خاصہ ہے۔

علم بیان کے استعمال سے شاعری کو ایک رنگین لباس پہنایا جا سکتا ہے۔ اس کے ذریعے سے ہم بات کرنے کا منفرد انداز اپنا سکتے ہیں۔ کسی چیز کی اہمیت اور چاشنی میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ اسلم کولسری کی غزلوں میں تشبیہ اور استعارہ کا استعمال بہت زیادہ ملتا ہے۔ یہ کسی تحریر کی نگارش میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ ان کی شاعری کے کم و بیش تمام مجموعوں میں علم بیان کا استعمال ملتا ہے۔ اسلم کولسری نے کوشش کی ہے کہ اس کی غزل میں وہ تمام خوبیاں پیدا ہوں جو ضروری ہیں۔ اس طرح تشبیہ و استعارہ کو بھی استعمال کیا۔ ان کی غزل میں استعارہ کا استعمال تشبیہ کی نسبت کم ملتا ہے۔ محمد فیصل لکھتے ہیں:

> "اسلم کولسری کی شاعری کی سب سے بڑی انفرادیت مختلف اور اچھوتے استعارے ہیں۔ تمثال آفرینی میں تشبیہ، استعارے اور اسم صفت کا استعمال شامل ہوتا ہے۔ کولسری کی شاعری ان تمام کو اس خوبصورتی سے یک جا کرتی ہے کہ ایک انتہائی عام خیال نادر ہو جاتا ہے اور بالکل عام الفاظ قاری کے ذہن سے چپک کر رہ جاتے ہیں۔"(۲۲)

اسلم کولسری نے اپنی غزل میں تشبیہ کا جو استعمال کیا اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

کل شام منڈیر پہ بیٹھی تھی، کچھ زخمی کاگ سے کہتی تھی
کیوں رات گئے وہ کومل سی مٹیار کنویں میں ڈوب مری (۲۳)

Vol. 5No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

وہی گلاب سی رنگت ہے اس کے چہرے کی
دل خراب تجھی کو اداس ہونا تھا (۲۴)

وہ شیشہ سا چہرہ تو بستی کی پکی سڑک پر کہیں گر پڑا تھا
کسے کھوجتی ہے گھنے جنگلوں میں بھٹکتی ہوا ہولے ہولے (۲۵)

خود بھی ویران ہوا دامنِ سائل کی طرح
جو فلک منزلِ فریاد ہوا کرتا تھا (۲۶)

استعاروں کے استعمال کے لحاظ سے اسلم بھی قائل تھے۔ لکھتے ہیں:

اُسی تک اگر بات پہنچی نہ اسلَم
تو کس کام کے استعارے تمھارے (۲۷)

وہ گلابی کرن تھی ، اس کو
دیکھتا تھا دیئے بجھا کے (۲۸)

اسلم کولسری کے ہاں جدید تشبیہ و استعارے کا استعمال اردو میں اچھوتے الفاظ لانے کا کام کرتے ہیں۔ ان کی جدید سوچ معاشرے میں رچ بس گئی ہے۔ نئے لفظوں کی بھرمار ان کے اسلوب کی خاص خوبی ہے۔ اسلم کولسری فن مرعاۃ النظیر سے بھی بخوبی واقف تھے۔ جس طرح تضاد اور تکرار کی کیفیت شعر کی لگن میں اضافہ کرتی ہے اسی طرح جب مترادف الفاظ اور کلام میں ایک لفظ کی نسبت سے دیگر الفاظ بھی آتے ہیں تو شعری حسن میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسلم کولسری کی غزل میں بہت سے اشعار ایسے ہیں جو مرعاۃ النظیر کی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ اگر وہ درخت کی بات کرتے ہیں تو ساتھ پرندے، ہوا، پھول اور پانی کا ذکر کر کے اندازِ بیان میں نیا پن پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ملتی جلتی اشیا کو موضوعِ سخن بناتے ہیں۔ دیکھیے:

صحن میں اک گائے، اک بکری اور اک ڈربا چوزوں کا
کٹیا میں باجے اکتارا اور افق میں گرتا چاند
دونوں جانب گھنے درخت اور چھوٹی نہر کا خستہ پل
رنگا ڈاکو، مشکی گھوڑا اور افق میں گرتا چاند (۲۹)

آدھی رات چراغ جلا، اجڑی ہوئی حویلی میں
پھر اک سایہ رونے لگا ، اجڑی ہوئی حویلی میں
آنگن آنگن دھوپ کھلے ، جس دم اس کا روپ کھلے
بھر جائے گھنگھور گھٹا، اجڑی ہوئی حویلی میں (۳۰)

چور، شکاری، لکڑہارا، سادھو، جوگی، شاعر
کون تمھارے ہاں سے لوٹا خالی ہات درختو (۳۱)

اسلم کولسری اشعار میں مراعات کا استعمال اس لیے کرتے ہیں کہ فقرہ کھل کر اپنے معنی واضع کر دے اس سے قاری کی سوچنے کی صلاحیت بھرپور انداز میں ان کا اثر قبول کرتی ہے جو ذہن کی آبیاری میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اسلم کولسری کے انداز میں نغمگی اور موسیقیت ایک مسلم حقیقت ہے۔ نغمگی کی تخلیق

Vol. 5No.4 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

کرتے ہوئے خیال اور بحروں کے انتخاب میں بہت مہارت رکھتے ہیں۔ شاعر کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ مختلف خیالات کے اظہار کے لیے بحروں کا استعمال کر کے موسیقیت پیدا کرے۔ انہوں نے فارسی کے الفاظ بھی استعمال کر کے نغمگی پیدا کیا ہے۔ چھوٹی بحروں کی نسبت طویل بحروں میں نغمگی زیادہ ملتی ہے۔ بعض اوقات ایسی غزلیں لکھ جاتے ہیں جن پر گیت کا شبہ ہوتا ہے۔ گیت ایک ہندی صنف ہے جس میں ہندی کے الفاظ وافر مقدار میں ملتے ہیں۔ اسلم کولسری کی غزل میں بھی ہندی کا کافی اثر موجود ہے جو شعر میں اور زیادہ موسیقیت پیدا کرتا ہے۔ درج ذیل شعری مثالوں میں نغمگی کا تاثر ملاحظہ کیجیے:

سُن ری شیش محل کی مہلا، آیا رمتا جوگی
ایک میٹھی مسکان کے بدلے، من کا منکا لوگی؟
آج بھی من تن ڈولے، سن کر سب کا تن من ڈولے
تیرے نینوں میں سنو لاہٹ سی ہے، بین سنو گی؟ (۳۲)
ہماری جیت ہوئی ہے کہ دونوں ہارے ہیں
بچھڑ کے ہم نے کئی رات دن گزارے ہیں
ہنور سینے کی چھوٹی سی قبر خالی ہے
اگرچہ اس میں جنازے کئی اتارے ہیں (۳۳)

چھوٹی بحروں میں بھی بعض اوقات ترنم اور نغمہ پیدا کرتے ہیں۔ ان کے اچھوتے خیال جب غنائیت کی لے میں بہتے ہیں تو قاری کی اندرونی کیفیت میں ہلچل مچ جاتی ہے جو روح کی تسکین کا باعث بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلم کولسری کی غزل کو گنگنانا کافی حد تک آسان ہو جاتا ہے۔

خوبصورت ردیف اور قافیے عبارت کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں۔ اسلم کولسری کی غزل میں ہمیں قافیہ و ردیف منفرد شکل میں ملتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسے قافیے پیش کرتے ہیں جو ہم آواز سے ہٹ کر ہوتے ہیں لیکن وزن میں برابر رہتے ہیں۔ اردو شاعری میں قافیہ پیمائی سے انکار ممکن نہیں ہے۔ قافیہ شعر کی بناوٹ اور نغمگی میں بہت ضروری سمجھا جاتا ہے۔ قاری جب ان کی مکمل غزل پڑھتا ہے تو قافیہ کی عجیب سی کیفیت محسوس کرتا ہے اور ڈھونڈتا کہ قافیہ کہاں ہے۔ بعد میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کسی لفظ کو قافیہ نہیں بنایا بلکہ صرف ایک حرف کو قافیہ تصور کیا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ کیجیے:

جب میں اس گاؤں سے باہر نکلا تھا
ہر رستے نے میرا رستہ روکا تھا
شہر میں آکر پڑھنے والے بھول گئے
کس کی ماں نے کتنا زیور بیچا تھا (۳۴)

اس غزل میں قافیہ مکمل لفظ کی شکل میں نہیں ہے۔ مکمل لفظوں میں نکلا، روکا اور بیچا کے الفاظ ہیں جو کہ قافیہ نہیں لگتے البتہ ان الفاظ کے آخر میں الف ہی قافیہ ہو سکتا ہے۔ اسلم کولسری کے جدید قافیے ہی ان کی شاعری کی پہچان بن جاتے ہیں۔ انہوں نے مختلف الفاظ بطور قافیہ استعمال کر کے شعر کی کیفیت بدلنے کی کوشش کی ہے جیسے زنجیر، فقیر، دلگیر، تعمیر، تدبیر، اسیر اور جاگیر ایک ہی غزل کے خوبصورت قافیے ہیں۔ اس کے علاوہ فن، برتن، گلشن، چمن، ناشاد، برباد، آزاد، شراب، عذاب، سحاب، غزلاب وغیرہ بہت معنی خیز اور خوبصورت قافیے ہیں۔

Vol. 5No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

منفرد ردیف بھی شعر کی کیفیت کو بدل دیتی ہے۔ اسلم کولسریبھی منفرد ردیف کی بدولت شعر کی غنائیت میں اضافہ کرتے ہیں۔ ایک غزل کی ردیف ہے "تیرے گاؤں میں" جو بہت معنی خیز ہے۔ اس کے علاوہ من ساگر کی آواز، بجھی بجھی، ہو جانے کے دن ہیں، بھر گئی ہے، اور نہیں تو، پتھر کا، جائیں گے حالات، کا جنگل، نہیں سہتا، اور نہ دیکھ جیسی ردیفیں صرف اسلم کولسری کے ہاں ہی ملتی ہیں۔

اسلم کولسری کسی بھی شعر میں اچھا مضمون باندھنے کا خاصہ رکھتے ہیں۔ ان کا یہ ہنر شعر کا منفرد زاویہ پیش کرتا ہے۔ مضمون آفرینی شعر گوئی میں ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے کہ اپنے خیالات کو لفظوں کے روپ میں اس طرح پیش کیا جائے کہ اس میں بہترین مضمون پیدا ہو جائے۔ ان کی شاعری کی اہم خصوصیات یہ ہیں کہ انہوں نے ایسے موضوعات کا چناؤ کیا ہے جو عام انسانوں کے رنگ اور طبائع کے مطابق ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے جو اندازِ بیان اپنایا ہے وہ لہجہ عام بول چال کا سا انداز ہے۔ عام بول چال کا انداز ملاحظہ کیجئے:

بے سہارا بن کے آیا بے سہارا کر گیا
کس قدر سچا مسافر تھا، کنارا کر گیا (۳۵)

تیرے خیال سے نکلوں تو کچھ سمجھ پاؤں
یہ میرے چاروں طرف شہر ہے کہ صحرا ہے (۳۶)

بعض اوقات اسلم کولسری میر انیس کی طرح مبالغہ آرائی کا سہارا لیتے ہیں۔ انہوں نے فنی خصائص کو پوری ایمانداری سے پیش کیا ہے۔ ان کی غزل میں مبالغہ کا استعمال گو کہ کم ہی ملتا ہے مگر اس فنی خصوصیت کے پیش نظر شعر کی خوبصورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان اشعار کو دیکھیں:

کون یاد آگیا، اچانک
آئینے ٹوٹنے لگے ہیں (۳۷)

اپے ہاتھ میں سونا بھی مٹی ہو جائے
اس ماتھے پر پتاًّ بھی جھومر لگتا ہے (۳۸)

ان اشعار میں مبالغہ کا استعمال ملتا ہے۔ پہلے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ مجھے کون ایسا شخص یاد آگیا ہے کہ گھبراہٹ میں شیشے بھی ٹوٹنے لگے ہیں۔ حالانکہ شیشہ کسی کے یاد نہ آنے سے ٹوٹتا نہیں ہے لیکن یہاں یاد کی شدت کو بیان کرنا مقصد تھا، اسی طرح اسلم کولسری کے ہاں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں جن میں مبالغہ آرائی کی گئی ہے۔

اسلم کولسری کی غزل میں صنعت تجنیس کے استعمال کی وجہ سے بھی شعر کی تاثیر میں تغیر پیدا ہوا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ اسلم کولسری بہت فہم و فراست والے قلمکار ہیں۔ اپنے قلم سے لفظوں کے موتی پروتے ہیں۔ اور بیان و بدیع کا اپنے اشعار میں استعمال کر کے تحریر کو عمدہ بنا دیتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

پھر آج چاند کہیں چھپ گیا، مگر اب کہ

وہ چاند میں جو کوئی چاند سا تھا، وہ بھی گیا (۳۹)

اس شعر میں چاند ایک ہی لفظ ہے جو مختلف معنی دے رہا ہے۔ ایک جگہ چاند کا مطلب حقیقی چاند ہے اور دوسرے چاند سے مراد محبوب ہے۔ اس طرح دو دفعہ چاند کا استعمال شعر میں رنگینی پیدا کر دیتا ہے۔

Vol. 5No.4 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

اسلم کولسری ایسے شاعر ہیں جن کی فنی اور فکری حیثیت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ ایسا شاعر جس کی غزل میں پوری دنیا سمائی ہوئی ہے۔ دیہات، شہر، جنگل، ریگستان گو کہ انسانی تخیلات کی تمام تہیں اس کی شاعری میں سما گئی ہیں۔ انہوں نے فنی خصائص کے ساتھ فکری مباحث کو بھی شاعری کا موضوع بنایا اور اسے دلکش بنایا۔ ان کے ہاں محاوروں کا استعمال، استفہامیہ لہجہ اور لف ونشر کے استعمال کا بہترین انداز نقادوں کو بھی گرویدہ کیے ہوئے ہے۔ ان کے فن کے بارے میں شہزاد احمد لکھتے ہیں:

> "اسلم کولسری نے غزل میں جو زبان استعمال کی ہے اس کا عمومی رجحان دوسروں سے مختلف ہے۔ اس میں لسانی تشکیلات تو شاید موجود نہ ہوں مگر اس کا حوالہ ہے جس کے قریب رہنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دور ہوتی ہوئی دنیا کی بجھتی ہوئی تصویر بھی ہے۔"[۴۰]

اسلم کولسری ایک مصور شاعر ہے جو اشعار میں خوبصورت تشبیہات و استعارات کی مصوری کرتا ہے۔ ان کی شاعری میں علم بیان اور بدیع کی تمام خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ جو ان کی شاعری کو چار چاند لگاتی ہیں۔ اور انہیں جدید اردو شعرا کی صف میں شامل کرتی ہیں۔

Vol. 5No.4 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

حوالہ جات

۱۔شبیہ الحسن،ڈاکٹر،جدید غزل اور اسلم کولسری کا شعری سرمایہ،لاہور:القمر انٹر پرائزز،۲۰۰۶ء،ص ۱۴

۲۔اسلم کولسری،جیون،لاہور:القمر انٹر پرائزر،۱۹۹۶ء،ص ۱۵

۳۔شہزاد احمد،غزل کے شہر میں ایک گاؤں،مشمولہ:کاش،اسلم کولسری،لاہور:القمر انٹر پرائزز،۱۹۹۲ء،ص ۱۵

۴۔اسلم کولسری،کیف،لاہور:القمر انٹر پرائزز،۲۰۱۵ء،ص ۲۱

۵۔اسلم کولسری،ویرانہ،لاہور:القمر انٹر پرائزز،۱۹۹۵ء،ص ۶۳

۶۔اسلم کولسری،برسات،لاہور:القمر انٹر پرائزز،۱۹۹۷ء،ص ۱۵۱

۷۔ اسلم کولسری،نیند،لاہور:القمر انٹر پرائزز،۱۹۹۵ء،ص ۴۹

۸۔ اسلم کولسری،کاش،لاہور:القمر انٹر پرائزز،۱۹۹۲ء،ص ۲۳

۹۔اسلم کولسری،کیف،ص ۹۲۔۹۱

۱۰۔اسلم کولسری،نخلِ جاں،لاہور:القمر انٹر پرائزز،۱۹۹۳ء،ص ۷۳

۱۱۔ اسلم کولسری،نیند،ص ۱۶

۱۲۔ ایضاً،ص ۲۷

۱۳۔ اسلم کولسری،کاش،ص ۴۱

۱۴۔ایضاً،ص ۲۵

۱۵۔ ایضاً،ص ۲۳

۱۶۔ اسلم کولسری،برسات،ص ۱۱۷

۱۷۔ایضاً،ص ۱۱۲

۱۸۔ایضاً،ص ۱۶۵

۱۹۔اسلم کولسری،نیند،ص ۷۶

۲۰۔ ایضاً،ص ۲۹

Vol. 5No.4 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

۲۱۔ اسلم کولسری،کاش،ص۴۳

۲۲۔الزبیر،سہ ماہی،شمارہ نمبر۲،۱،بہاول پور:اردو اکیڈمی،۲۰۱۵ء،ص۲۳۰

۲۳۔ اسلم کولسری،ویرانہ،ص۶۳

۲۴۔ اسلم کولسری،برسات،ص۱۵۵

۲۵۔ اسلم کولسری،نیند،ص۳۳

۲۶۔اسلم کولسری،کاش،ص۷۴

۲۷۔اسلم کولسری،عنبر،لاہور:القمر انٹرپرائزر،۲۰۰۱ء،ص۱۸

۲۸۔ اسلم کولسری،نیند،ص۳۰

۲۹۔ اسلم کولسری،کیف،ص۳۱

۳۰۔اسلم کولسری،جیون،لاہور:القمر انٹرپرائزر،۱۹۹۶ء،ص۷۰۔۶۹

۳۱۔ اسلم کولسری،نیند،ص۲۲

۳۲۔اسلم کولسری،کیف،ص۲۳

۳۳۔ اسلم کولسری،نخلِ جاں،ص۳۷

۳۴۔ایضاً،ص۲۴۔۲۳

۳۵۔ایضاً،ص۵۵

۳۶۔ اسلم کولسری،برسات،ص۱۳۵

۳۷۔ایضاً،ص۱۴۴

۳۸۔ اسلم کولسری،کاش،ص۱۹

۳۹۔ایضاً،ص۳۱

۴۰۔شہزاد احمد،غزل کے شہر میں ایک گاؤں،ص۱۵